ابو الحسنین مفتی وسیم اختر المدنی　　　　دار الافتاء فیضانِ شریعت کراچی

دار الافتاء فیضان شریعت

جامع مسجد فیضان شریعت اقبال کالونی مارٹن روڈ تین ہٹی کراچی

فون۔03002415263۔03118959859 E-mail:faizaneshariat@gmail.com

تاریخ۔21-11-2024　　　　حوالہ:9181

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے متعلق کہ

جمیل نامی ایک لڑکے نے کسی شادی شدہ لڑکی کو بھگا کر عدالت کے ذریعے یکطرفہ خلع لے کر فوراً نکاح کرلیا ،جب وہ گھر پہنچے تو اہلِ علاقہ نے اس پر آواز اٹھائی کہ یہ لڑکی پہلے سے کسی کے نکاح میں ہے ،لہذا ان کا ایک ساتھ رہنا درست نہیں ہے۔ تو اس پر علمائے دیوبند نے اس لڑکی کے سابقہ شوہر کو بلاکر معلومات لی،تو اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی سے ملنا چاہتا ہوں "اگر وہ میرے ساتھ چلے گی،تو میری ہوگی اگر میرے ساتھ نہیں چلی تو میری نہیں ہوگی تو انہوں نے کہا کہ وہ تیرے ساتھ نہیں چلی تو تیری طرف سے اس کو طلاق ہوگی اس نے کہا کہ ٹھیک ہے "پھر جب لڑکی سے پوچھا گیا کہ تو اس نے اپنے شوہر کے ساتھ جانے سے انکار کردیا،تو ان لوگوں نے فتویٰ دیا کہ طلاق ہوگئی ہے عدت کے بعد نکاح کرلینا۔

جب وہ فتویٰ لے کر گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ لڑکی تین یا چار ماہ سے حاملہ ہے تو وہ دوبارہ علمائے دیوبند کے پاس آئے اور بتایا کہ لڑکی حاملہ ہے اور اس کی عدت وضعِ حمل ہے اور یہ مدت بہت زیادہ اس کا کوئی متبادل راستہ بتائیں تو علمائے دیوبند نے یہ فتویٰ دیا کہ "اس معاملہ میں ایک شرعی پیچیدگی بعد میں معلوم ہوئی جس کی وجہ سے اس عدالتی خلع کو برقرار رکھتے ہوئے یہ فتویٰ دیا جاتا ہے کہ اس کا نکاح کرنا درست ہے ،لہذا اس کو دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اور کہا کہ سابقہ شوہر سے طلاق لینے کا معاملہ احتیاط پر مبنی تھا"لہذا اب آپ سے اس مندرجہ بالا مسئلہ میں مذکورہ نکاح کا کیا حکم ہے ؟اور یہ فتویٰ صادر کرنے والے علماء کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا!

سائل:مولانا محمد خلیل صاحب، تحصیل تونسہ شریف ڈیرہ غازی خان

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مذکورہ فتویٰ گمراہ گری وجہالت پر مبنی ہے اور اس پر عمل کرنا حرام حرام حرام ہے، کیونکہ عورت بدستور پہلے مرد کے نکاح میں موجود ہے کہ اس کو فقط ایک طلاقِ رجعی واقع ہوئی ہے ،جس کی عدت بچے کی ولادت تک ہے،لہذا جمیل کا پہلے سے منکوحہ عورت کو بغیر کسی طلاق و شرعی خلع اور اس کی عدت کے محض یک طرفہ عدالتی خلع کے ذریعے نکاح کرکے اپنے ساتھ رکھنا اور عورت کا اس نکاح پر راضی رہنا حرام قطعی اور سخت گناہ وحرام کام ہے اور ہر تعلق

زنا اور گناہِ کبیرہ ہے، کیونکہ فقہ حنفی میں یکطرفہ عدالتی خلع کی شرعی کوئی حیثیت نہیں ہے، اسی طرح یک طرفہ عدالت سے خلع کا آڈر لیکر منکوحہ عورت کا دوسری جگہ شادی کرنا حرام اور ہر قربت حرام کاری ہے۔ لہذا ان دونوں کا اس فعلِ قبیح و حرام سے توبہ کرنا واجب ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے الگ ہونے کے شرعی حکم پر عمل کرتے ہوئے سچی توبہ نہ کر لیں، تب تک دونوں سے قطع تعلقی کا حکم ہے، ان کی کسی خوشی اور غم میں ہر گز ہر گز شرکت نہیں کر سکتے۔

نیز سابقہ شوہر کا دیوبند علماء کے پاس آکر یہ کہنا کہ "اگر وہ میرے ساتھ چلے گی، تو میری ہو گی اگر میرے ساتھ نہیں چلی تو میری نہیں ہو گی تو انہوں نے کہا کہ وہ تیرے ساتھ نہیں چلی تو تیری طرف سے اس کو طلاق ہو گی اس نے کہا کہ ٹھیک ہے" تو یہ طلاقِ معلق کی صورت ہے یعنی سابقہ شوہر نے طلاق کو بیوی کا سابقہ شوہر کے ساتھ نہ جانے کے شرط کے ساتھ معلق کیا تھا۔ اور یہ ائمہ دین کا اجماعی ضابطہ ہے کہ جب طلاق کسی شرط پر معلق کی جائے تو اس شرط کے پائے جانے کی صورت میں فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔ لہذا مذکورہ صورت میں اس عورت کا شوہر کے ساتھ جانے سے انکار کرنے (شرط کے پائے جانے) کی وجہ سے ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی، لہذا اپنی عدت (وضع حمل) گذار کر جمیل یا اس کے علاوہ جس چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اور عورت کے شکم میں موجود بچہ ثابت النسب ہو گا یعنی وہ سابقہ شوہر کا ہی ہو گا۔

خلع شرعی کی تفصیل و دلائل:

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ خلع کا معنی ہے میاں بیوی کا باہمی رضامندی سے مال کے بدلے میں نکاح کو ختم کرنا، اس طرح کہ بیوی شوہر کو مال دے یا اپنے مہر کے عوض شوہر سے علیحدگی کا مطالبہ کرے اور شوہر قبول کرلے اور اسے خلع دے تو خلع واقع ہو جائے گی اور اگر شوہر قبول نہ کرے تو خلع واقع نہیں ہو گی۔ ہاں اگر کورٹ سے جاری شدہ خلع نامہ پر شوہر رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے اس پر دستخط کر دیتا ہے یا زبانی رضامندی کا اظہار کرتا ہے یا کورٹ میں جج کو فیصلے کا اختیار دیتا ہے تو وہ خلع نافذ ہو جائے گی۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿ الرِّجَالُ قَوّٰمُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾.

ترجمہ کنز الایمان: "مرد افسر ہیں عورتوں پر"۔ [النساء، آیت:34]۔

اور طلاق اور خلع دینے کا اختیار شریعت مطہرہ نے انہی افسروں (شوہروں) کو دیا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے: ﴿ بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾.

ترجمہ کنز الایمان: "(طلاق دینے کا اختیار اس کو ہے) جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے"۔ [البقرۃ، آیت:237]۔

شیخ التفسیر والحدیث حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت مقدسہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:"معلوم ہوا کہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی گئی ہے۔ طلاق کا اس کو حق ہے عورت کو نہیں، نہ خلع میں نہ بغیر خلع، یعنی خلع میں بھی طلاق مرد کی مرضی پر موقوف ہوگی۔ آج کل عوام نے جو خلع کے معنی سمجھے ہیں کہ عورت اگر مال دے دے تو بہر حال طلاق ہو جائے گی (جس طرح ہمارے ہاں بھی کورٹ سے شوہر کی رضا کے بغیر ہی فیصلہ دے دیا جاتا ہے) خواہ مرد طلاق دے یا نہ دے یہ غلط ہے"۔

[کنز الایمان مع تفسیر نور العرفان ص60 تحت آیت مذکورہ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور]۔

نبی مکرم، نور مجسم، شہنشاہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی ملاحظہ ہو حدیث پاک میں ہے: « إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ».

ترجمہ: طلاق اسی کے ہاتھ ہے جسے حق جماع حاصل ہے۔

[سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق العبد، حدیث (2081): 1/672، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت]۔

خلع میں جس طرح شوہر کا قبول کرنا ضروری ہے اسی طرح عورت کا قبول کرنا بھی شرط ہے۔ محض شوہر کے خلع دینے سے خلع نہیں ہوتی اور نہ عورت کے علیحدگی کا فیصلہ کر لینے سے خلع ہوتی ہے۔

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:"مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں عورت کا قبول کرنا شرط ہے، بغیر اس کے قبول کیے خلع نہیں ہو سکتا اور اس کے الفاظ معین ہیں ان کے علاوہ اور لفظوں سے نہ ہوگا"۔[بہار شریعت، ج:1، حصہ:8 خلع کا بیان]۔

شرعاً خلع کے دو طریقے ہیں ایک یہ ہے کہ عورت اپنے حق مہر کل یا بعض سے دستبردار ہو جائے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ عورت اپنی طرف سے مال دے کر اپنی گلو خلاصی کرائے۔ یہ دونوں صورتیں عورت کے لئے اس وقت جائز ہیں جب میاں بیوی کے درمیان اختلافات اتنے بڑھ جائیں کہ صلح کی کوئی صورت نہ رہی ہو۔

اس دوسری صورت کے بارے میں اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾.

ترجمہ کنز الایمان:"پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی (خلع) لے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں"۔[البقرہ، آیت:229]۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:" إذَا تَشَاقَّ الزَّوْجَانِ وَخَافَا أَنْ لَا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ تَفْتَدِيَ نَفْسَهَا مِنْهُ بِمَالٍ يَخْلَعُهَا بِهِ فَإِذَا فَعَلَا ذَلِكَ وَقَعَتْ تَطْلِيقَةٌ بَائِنَةٌ".

ترجمہ: میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی ہو جائے اور ان کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود پر قائم نہیں رہ سکیں گے تو عورت پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ کچھ مال دے کر اپنی جان چھوڑائے، پس جب دونوں یہ کرلیں گے تو ایک بائنہ طلاق واقع ہو جائے گی۔[فتاوی عالمگیری، الباب الثامن فی الخلع ومافی حکمہ، ج:1، ص:519، مکتبہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی]۔

الدر المختار میں ہے:" لَا بَأْسَ بِهِ عِنْدَ الْحَاجَةِ لِلشِّقَاقِ بِعَدَمِ الْوِفَاقِ".

ترجمہ: ضرورت کے وقت عورت کے لئے خلع لینے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اختلافات کی وجہ سے اتفاق نا رہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:" أَيْ لِوُجُودِ الشِّقَاقِ وَهُوَ الِاخْتِلَافُ وَالتَّخَاصُمُ. وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ عَنْ شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ: السُّنَّةُ إذَا وَقَعَ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ اخْتِلَافٌ أَنْ يَجْتَمِعَ أَهْلُهُمَا لِيُصْلِحُوا بَيْنَهُمَا، فَإِنْ لَمْ يَصْطَلِحَا جَازَ الطَّلَاقُ وَالْخُلْعُ".

ترجمہ: اس لئے عورت کے لئے خلع لینے میں حرج نہیں کہ ان دونوں کے درمیان نااتفاقی اور جھگڑا پیدا ہو گیا ہے اور قہستانی میں شرح طحاوی سے منقول ہے کہ جب زوجین کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائیں تو ان کے گھر والے جمع ہوں تاکہ وہ ان دونوں کے درمیان صلح کرادیں اگر صلح ممکن نہ ہو تو مرد کے لئے طلاق یا عورت کیلئے خلع لینا جائز ہے۔

[الدر المختار ورد المحتار، ج:5، ص:87، مکتبہ امدادیہ ملتان]۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بھی خلع کا ایک واقعہ ہوا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان دونوں کا نکاح فسخ کر کے خلع کی ڈگری جاری نہیں فرمائی بلکہ طریقہ بتایا اس طرح کرو۔

مشکاۃ شریف میں ہے:« عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً»

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حضرت ثابت بن قیس کی عادت و دین میں کوئی اعتراض نہیں مگر میں اسلام میں کفر کو پسند نہیں کرتی (یعنی ان کا دین و اسلام تو مجھے پسند ہے، لیکن میں ان کے پاس رہنا پسند نہیں کرتی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم ان کا (مہر میں لیا ہوا) باغ لوٹا دو گی؟ وہ بولیں ہاں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو) فرمایا: باغ قبول کر لو اور انہیں ایک طلاق دے دو۔

[مشکوۃ کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق، ص:291، مکتبہ رحمانیہ، لاہور]۔

اگر زوجین (میاں بیوی) یا ان میں کسی ایک کی عدم رضا وبلا اجازت کورٹ سے خلع یا طلاق حاصل کی جائے تو وہ شرعی معیار کے مطابق نہیں ہوئی۔ لہذا طلاق بھی نہیں ہوئی۔ اور بیوی بدستور شوہر کے نکاح میں رہے گی اور بیوی کا دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے اور ہر قربت حرام کاری۔ جب تک اس کا شوہر طلاق یا خلع نہیں دے دیتا وہ عورت دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔

عدالت چند مخصوص شرائط کے ساتھ بعض صورتوں میں تنسیخ نکاح کر سکتی ہے۔ ان میں کچھ یہ ہیں:

(1) شوہر بیوی کو نفقہ نہ دیتا ہو اور، ظالمانہ انداز میں مار پیٹ کرتا ہو، اس کے حقوقِ زوجیت ادا نہ کرتا ہو اور اسے معلق حالت میں روکے رکھنا چاہتا ہو، یعنی اسے بیوی کے طور پر رکھے اور نہ طلاق دے کر آزاد کرے۔

(2) عورت جوان ہے اور شوہر ایسے موذی مرض میں مبتلا ہے کہ حقوقِ زوجیت ادا کرنے پر قادر نہیں ہے یا وہ اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتا اور اس صورتِ حال کی بنا پر عورت کا گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(3) عورت جوان ہے اور شوہر کو دس، پندرہ، بیس سال یا عمر قید کی سزا ہو گئی ہے اور عورت کے لئے اپنے نفس پر قابو پانا دشوار ہے، اس کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے مندرجہ بالا وجوہ کی بناء پر جب قاضی مجاز یا عدالت نکاح کو فسخ کرے تو یہ "طلاق بائن" کے درجے میں ہے۔

مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہماری مروجہ کورٹ تنسیخ نکاح نہیں کرتی بلکہ خلع دیتی ہے اور تنسیخ نکاح اور خلع میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ تنسیخ نسخ سے ہے اور نسخ کا معنی ہے ختم کر دینا توڑ دینا اور تنسیخ نکاح کا معنی ہو گا: میاں بیوی کے درمیان قاضی شرع (جج) کا شرائط پائے جانے کی صورت میں نکاح ختم کر دینا یا توڑ دینا۔ موجودہ پاکستانی قانون کے مطابق کورٹ کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے، بلکہ اسے خلع دینے کا اختیار ہے حالانکہ شرعاً شوہر کی رضامندی کے بغیر کسی بھی فرد کو دوسری کی بیوی کو خلع دینے کا اختیار نہیں ہے۔ کورٹ جو فیصلہ دیتی ہے اس کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ خلع ہے کیونکہ کورٹ جو

ڈگری دیتی ہے اس کا ٹائٹل ہوتا ہے:" DISSOLUTION OF MARRIAGE BY WAY OF KHULA"

نیز معنوی طور پر بھی یہ خلع ہی ہے کیونکہ خلع میں ہی عموماً مہر کی معافی ہوتی ہے۔ جبکہ تنسیخ نکاح میں مہر معاف نہیں ہوتا، اگر رخصتی ہو چکی ہے تو مرد پر مہر لازم ہوتا ہے۔

پاکستان کی پارلیمنٹ کے ارکان پر لازم ہے کہ تنسیخ نکاح کے حوالے سے مناسب قانون سازی کریں تاکہ موجودہ خلع کے قانون میں جو شرعی سقم موجود ہے اس کو دور کیا جائے اور مظلوم خواتین جن کو شوہر معلق کر کے رکھنا چاہتے ہیں اور ان کا حق ادا نہیں کرتے ان کی شرعی طور بھی گلو خلاصی ہو سکے۔

منکوحہ کا بغیر طلاق و خلع شرعی کے دوسری جگہ نکاح حرام ہونے کے دلائل:

شادی شدہ عورتوں کی حرمت کے متعلق قرآنِ مجید میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: " وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاء "

ترجمہ کنزالایمان: اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں" (النساء: آیت 24)۔

المبسوط للسرخسی میں ہے: "ونكاح المنكوحة لا يحله أحد من أهل الأديان"

ترجمہ: اور شادی شدہ عورت سے نکاح کسی کے مذہب میں جائز نہیں ہے۔ (المبسوط، ج: 10، ص: 105)

بدائع الصنائع میں ہے: "ومنها أن لا تكون منكوحة الغير، لقوله تعالى: {والمحصنات من النساء} وهن ذوات الأزواج، وسواء كان زوجها مسلمًا أو كافرًا"

ترجمہ: اور (جن عورتوں سے نکاح ممنوع ہے) ان میں سے دوسرے کی منکوحہ بھی ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ " اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں "اور اس سے مراد شوہر دار عورتیں ہیں ان کا شوہر چاہے مسلمان ہو یا کافر۔ (بدائع الصنائع، ج: 2 ص: 548، مکتبہ رشیدیہ)۔

طلاق معلق کے دلائل:

در مختار مع تنویر الابصار میں ہے: **(شرطه الملك) حقيقة كقوله لقنه: ان فعلت كذا فانت حر او حكما (كقوله: لمنكوحته) او معتدته (ان ذهبت فانت طالق)۔**

ترجمہ: (ثبوت تعلیق کے لیے) ملکیت شرط ہے حقیقی ملکیت ہو جیسا کہ غلام کو کہا اگر تو نے یہ کیا تو، تو آزاد ہے۔ یا حکمی ملکیت ہو جیسا کہ اپنی منکوحہ یا معتدہ کو کہا اگر تو (فلاں کے گھر، جیسا کہ سوال میں ہے) گئی تو تجھے طلاق ہے۔ (در مختار مع تنویر الابصار، ج:4، ص:583، مکتبہ رحمانیہ)۔

ہدایہ میں ہے: **"اذا اضافه الى شرط وقع عقيب الشرط مثل ان يقول لامراته ان دخلت الدار فانت طالق هذا بالاتفاق"**

ترجم: " اگر طلاق کی اضافت شرط کی طرف کی ہو تو شرط کے پائے جانے کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ متفق علیہ ضابطہ ہے "۔ [هدایہ مع فتح القدیر، باب الایمان فی الطلاق، ج:4، ص:116، دار الفکر بیروت]۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اس شرط کے واقع ہوجانے سے واقع ہوجائے گی" [فتاوی رضویہ، ج:13، ص:101]۔

اللہ تعالیٰ حاملہ عورتوں کی عدت کے متعلق فرماتا ہے: "وَاُولٰتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ"

ترجمہ کنزالایمان: اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں" (الطلاق، آیت: 4)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ"

ترجمہ: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔" (بخاری، رقم الحدیث: 6368)۔

انہیں سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ.

ترجمہ: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔" (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1458)۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبـــــــــــہ

ابو حذیفہ محمد ابراہیم سکندری

21/نومبر/2024۔18 جمادی الاوّل 1446ھ

الجواب صحیح

ابو الحسنین مفتی محمد وسیم اختر المدنی

21/نومبر/2024۔18 جمادی الاوّل 1446ھ